شناخت و تعین قبلہ

ڈاکٹر محمود الحسن عارف لاہور

حق تعالیٰ جل شانہٗ نے اپنی ذات اقدس کو اپنی مخلوق اور اپنی مصنوعات میں کچھ اس طرح چھپایا ہے کہ ہر جگہ، ہر مقام اور ہر سانس میں موجود ہونے کے باوجود کسی دوربین، کسی خوردبین یا کسی آلے سے اس کی ذات کو دیکھنا ممکن نہیں۔

اس کی ذات سورج کی شعاعوں، ٹھنڈی، معتدل اور گرم ہواؤں، نازک ولمس ناآشنا پھول کی پتیوں نکہت باد بہاری کی ہر رَو، چاند کی چاندنی، بادلوں کی مست خرامی، پھولوں کی مہک، کلیوں کی چٹک، سمندروں کی شور مچاتی لہروں اور فلک کو چومتی ہوئی پہاڑوں کی چوٹیوں میں سے ہر ایک شئی میں جلوہ گر ہے۔ وہی ہر صبح سورج کی پہلی کرن کے ساتھ، کائنات کے لیے حرارت اور توانائی کا پیغام لاتا ہے، وہی صحرؤں کی تپش اور سمندروں کی پاتال میں زندگی کی سکڑتی ہوئی سانسوں کو رواں دواں رکھتا ہے۔ اسی نے کائنات کو ہنسنا، جینا، چلنا، سونا اور جاگنا سکھایا ہے۔ مگر وہ ان تمام ہنگاموں ان تمام شورشوں میں کہیں نظر نہیں آتا، وہ خود تو مخفی ہے۔ مگر اس نے اپنی ذات کی علامات کو، ہر جگہ پھیلا دیا ہے۔

عبارا تنا شتی وحسنک واحد
وکل الی ذاک الجمال یشیر

پھر مزید لطف کی بات یہ ہے کہ وہ تو کسی کو نظر نہیں آتا ہے۔ البتہ وہ ہر ایک کی رگ جان سے زیادہ قریب ہے۔ وہ اس کو اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، آتے جاتے، ہر ہئیت اور ہر کیفیت میں دیکھتا، سنتا اور جانتا ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ؁

نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں، مگر وہ نگاہوں کو پالیتا ہے۔ اور وہی باریک بین خبر رکھنے والا ہے۔

اب سوال یہ ہے، کہ ایسی مخفی، پوشیدہ اور نظر نہ آنے والی ذات کو کہاں تلاش کیا جائے محسوسات کی دنیا میں رہنے، بسنے اور سوچنے والا انسان اُسے کہاں تلاش کرے۔ کہاں جاکر، اس کے بے پناہ حُسن وجمال سے اظہارِ محبّت کرے، کہاں جاکر، اس کی بزرگی، اس کی عظمت اور اس کی کبریائی کے سامنے دست سوال دراز کرے، کہاں پہنچ کر وہ اس سے دل کی بات کرے۔ اور اس کے جلوہ کی تابناکی محسوس کرے، اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم المرتبت انبیاء کے ذریعے اپنے ایک بابرکت اور مقدس گھر کی تعمیر کرائی اور اس گھر کو دنیا کے لیے امن و آشتی، محبّت و رحمت کا مظہر بنا دیا۔ ارشادِ مبارک ہے :

اِنَّ اول بیتٍ وُضِعَ للنَّاسِ لَلَّذِی بِبَکَّۃَ مُبَارَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ؁

پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے مقرر کیا گیا تھا، وہی ہے، جو مکہ میں ہے، بابرکت اور جہان کے لیے موجب ہدایت ہے۔

حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے :

دنیا کے بُت کدوں میں پہلا وہ گھر خُدا کا
ہم پاسباں ہیں اس کے وہ پاسباں ہمارا

اللہ تعالیٰ کا یہ مقدس و متبرک گھر دنیا میں اللہ تعالیٰ کی آیات (نشانات) میں سے ایک جلیل القدر آیت ہے۔ یہ گھر انبیائے کرام کی سجدہ گاہ۔ ان کی محبتوں اور عبادتوں کا مرکز اور ان کے عشق کی ترکتازیوں کا مرکزی مقام رہا ہے۔ اور یہی مقام تاقیامت آنے والے مسلمانوں کا قبلہ قرار پایا۔ اس کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے :

فَوَلِّ وَجھَكَ شَطرَ المسجدِ الحرامِ وَحیثُ مَا كُنتم فوَلُّوا وُجوھَكم شَطرَہٗ۔۔۔ ؂

پس اے پیغمبر تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لے ، اور تم جہاں کہیں بھی ہو۔ تم اپنے
چہرے اُسی کی طرف پھیر لو !

نماز میں اپنا منہ اُس کی طرف کرنے کے لیے "جہت قبلہ" کی شناخت اور اس کی تعیین ضروری ہے۔ اس لیے کہ کسی بھی کام کو بغیر جانے پہچانے ادا کرنے ناممکن ہے۔

نظامِ قدرت کے طلسماتی پہلوؤں میں سے ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جو چیز جتنی زیادہ ضرورت کی ہو وہ شئ اتنی عام اور سہل الحصول ہوتی ہے :

ہوا انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ قدرت نے اس کے اتنے وسیع ذخائر پیدا کر دیے ہیں، کہ ہر مقام میں انسان کو اس کے حصول میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی !

پانی انسان کی ایک اساسی ضرورت ہے۔ خالق کائنات نے پانی کو اتنا عام اور اتنا کثیر بنا دیا ہے۔ کہ کسی جگہ اس کی نایابی کی شکایت نہیں ملتی ۔

اسی طرح مذہبی دنیا میں قبلے کی شناخت اور اس کی طرف منہ کرنے کا مسئلہ ہے۔ جو مشرق و جنوب کے ہر مسلمان کی بنیادی ضرورت ہے۔

اسی لیے اس بنیادی مسئلے کو سورج چاند، ستاروں، ہواؤں کی رفتار، پہاڑوں، سمندروں، دوسری ارضیاتی علامتوں اور شناختی نشانیوں کے ذریعے بخوبی معلوم کیا جا سکتا ہے، اور اس کام کے لیے کسی بہت بڑی علمی یا فنی لیاقت و مہارت کی قطعاً ضرورت نہیں ہے ۔

ہم اس مسئلے پر ذیل میں تفصیل سے گفتگو کریں گے ۔

۱۔ قرآن کریم اور شناخت قبلہ

قرآن کریم میں قبلے کی طرف منہ کرنے کا حکم تو صاف و صریح لفظوں میں دیا گیا ہے، لیکن اس کی شناخت اور معرفت کے مسئلے کو مبہم چھوڑا گیا ہے، جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ دور کے نمازیوں کے قبلے کی طرف منہ کرنے کا حکم اپنے اندر بڑی وسعت رکھتا ہے۔ (جیسا کہ ہم نے اپنے مقالے کے ابتدائی حصے میں اس کی وضاحت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو منہاج شمارہ اکتوبر ۹۳)

تاہم قرآن مجید کا بغور مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے، کہ قرآن مجید نے اس مسئلے کو مکمل طور پر نظر انداز بھی نہیں کیا، بلکہ اس کے حل کے لیے بعض مفید اور جامع اشارات دیے ہیں۔

قرآن مجید میں کئی مقامات پر ارض و سما کی آیات بنیات کا ذکر آیا ہے، جن میں سے ایک آیت (نشان قدرت) سورج بھی ہے ۔ چنانچہ سورج اور اس سے جنم لینے والے سائے کے متعلق سورۃ النحل میں ارشاد ہوا ہے :

اَوَ لَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِن شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ۝٤٨

کیا ان لوگوں نے خدا کی مخلوقات میں سے ایسی چیزیں نہیں دیکھیں، جن کے سائے دائیں سے بائیں کو، اور بائیں سے دائیں کو لوٹتے رہتے ہیں، یعنی خدا کے آگے عاجز ہو کر سجدے میں پڑے رہتے ہیں ۔

اور جیسا کہ ہم آئندہ تفصیل سے بیان کریں گے، علمائے ہئیت کا اس بات پر اتفاق و اجماع ہے، کہ شناخت قبلہ کے مسئلے میں سورج کو مرکزی اور اساسی اہمیت حاصل ہے ۔ اور قدرت کے اس "نشان اکبر" کے ذریعے، زمین کے آخری کنارے پر رہنے والا ایک عامی شخص بھی قبلے کی تعیین اور اس کی شناخت پر اسی طرح قادر ہے جس طرح بڑے شہروں کے رہنے والے، عالم فاضل لوگ اپنے مخصوص و معین آلات کے ذریعے، اس پر قدرت تامہ رکھتے ہیں ،

اسی طرح اس سورۃ میں دوسرے ستاروں اور دیگر علامات کے حوالے سے انسانوں کی راہ یابی کو اپنی نشانیوں میں سے شمار کیا گیا ہے ۔ فرمایا :

وَعَلٰمٰتٍ ۭ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝١٦

اور (راستوں میں) نشانات (بنا دیے) اور ستاروں سے لوگ راستہ معلوم کرتے ہیں ۔

اس آیت کریمہ میں جہاں اس بات کو اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت قرار دیا گیا ہے، کہ اس نے لوگوں کے لیے طرح طرح کے نشانات اور ستارے پیدا کئے ہیں، جن کے ذریعے یہ لوگ راستہ معلوم کرتے ہیں، وہاں اس بات کی طرف بھی معنی خیز اشارہ ملتا ہے کہ لوگوں کو سمت قبلہ جیسے اہم مسئلے کے لیے بھی ان نشانات اور ان ستاروں سے استفادہ کرنا چاہیے ۔

قرآن مجید کا ہر طالب علم اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ قرآن حکیم میں اس نوع کے اشارات کی بہت کثرت ہے اور اگر ہماری نگاہ بینا اور قلب آگاہ ہو، تو ان اشارات سے بہت کچھ معلوم کیا

جا سکتا ہے۔

ب۔ احادیث نبویہ احادیث مبارکہ میں، جہاں سمت قبلہ کی اہمیت اور نمازوں میں اس کی طرف منہ کرنے کی اہمیت اور اس کی تاکید ملتی ہے، وہاں سمت قبلہ دریافت کرنے کے لیے، نہایت مفید اور اہم اشارات بھی کیئے گئے ہیں۔

اس عنوان پر سب سے مشہور وہ روایت ہے، جس کا امام ترمذی کے حوالے سے سابقہ مقالے میں ذکر آچکا ہے۔ یہ روایت عبداللہ بن جعفر المخزومی حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت کرتے ہیں، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا بين المشرق والمغرب قبلةٌ [۶]

مشرق اور مغرب کے مابین قبلہ ہے۔

امام ترمذی نے اس روایت کو حدیث حسن صحیح قرار دیا ہے، اور یہ لکھا ہے۔ کہ بعینہٖ یہی روایت موقوفاً بہت سے صحابہ کرام، مثلاً حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علی بن ابی طالبؓ، اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔ جبکہ نامور صحابی حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں، کہ:

اذا جعلت المغرب عن يمينك والمشرق عن يسارك فما بينهما قبلة اذا استقبلت القبلة [۷]

جب تم مغرب کو اپنے دائیں اور مشرق کو اپنے بائیں رکھو، ان دونوں کے درمیان قبلہ ہے، جب تم قبلے کی طرف منہ کرو۔

گویا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مذکورہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے، اس کی یوں وضاحت فرمائی ہے، کہ یہ فرمان اقدس خاص مدینہ منورہ کے رہنے والوں کے لیے ہے، کہ اگر وہ صحیح سمت قبلہ کی طرف منہ کرنے چاہیں۔ تو اس کا طریقہ یہ ہے، کہ وہ مغرب کو دائیں طرف اور مشرق کو بائیں طرف کرلیں، تو اس سے ان کا چہرہ صحیح قبلے کی طرف جائے گا۔

اس روایت کو حاکم، ابن ماجہ القزوینی [۸] الدارقطنی وغیرہم نے بھی روایت کیا ہے، شیخ تقی الدین المقریزی نے اپنی کتاب الخطط والآثار میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

"یہ روایت موقوفاً حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور محمد بن الحنفیہ

رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔[۱۰]

حدیث کی تشریح | چونکہ اس حدیث میں عام الفاظ میں گفتگو فرمائی گئی ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی تخصیص موجود نہیں ہے۔ اس لیے اس روایت کی توضیح و تشریح پر، علماء نے بڑی طویل بحثیں کی ہیں۔ اور اس کا آغاز عہد صحابہ ہی سے ہو گیا تھا، چنانچہ اُوپر سنن ترمذی کے حوالے سے نقل کیا جا چکا ہے۔ کہ اس سے مراد "صرف اہل مدینہ" کا قبلہ ہے۔ زیادہ تر محدثین اور شارحین حدیث نے حضرت عبداللہ بن عمر رض کی اس توجیہ و تشریح کو قبول کیا ہے۔ چنانچہ علامہ الطیبی نے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں لکھا ہے:

"اس حدیث کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سے مراد صرف مدینہ منورہ والوں کا قبلہ ہے اس لیے کہ وہ فی الحقیقت مشرق اور مغرب کے درمیان میں ہے"[۱۱]

نامور محدث اور مشہور حنفی محقق حافظ بدرالدین عینی اپنی بخاری شریف کی شرح میں لکھتے ہیں:

"حدیث (ما بین المشرق والمغرب قبلہ) تمام علاقوں اور تمام ملکوں کے لیے عام نہیں ہے، بلکہ یہ فرمان اقدس تو صرف اہل مدینہ منورہ کے لیے ہے، اور ان لوگوں کے لیے جن کا قبلہ اہل مدینہ کے قبلے کے موافق ہے"[۱۲]

یہی قول حافظ تورپشتی اور امام البیہقی وغیرہ کا ہے۔ کہ اس سے مراد صرف اہل مدینہ کا قبلہ ہے۔ دوسرے علاقوں کا نہیں۔

نامور محدث احمد بن خالویہ الوہبی (صحیح الوہبی)، اس قول کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حضرت عمر فاروق کا قول، کہ مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے، یہ مدینہ منورہ کے متعلق ہے، لہٰذا جن علاقوں کا قبلہ مدینہ منورہ کے قبلے کے مماثل ہے، ان کے لیے اس قول سے مشرق اور مغرب کے مابین وسعت معلوم ہوتی ہے اور باقی علاقوں کے لیے قبلے کے معاملے تو کا پتہ چلتا ہے"[۱۳]

امام شوکانی، جو تفقہ فی الحدیث کے مستند امام ہیں، اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے، اپنی کتاب نیل الاوطار میں لکھتے ہیں:

"اس حدیث کی تشریح میں علماء کے مابین اختلاف ہے۔ امام عراقی کا قول ہے، کہ یہ

حکم تمام علاقوں کے لیے نہیں ہے، بلکہ یہ صرف اور صرف اہل مدینہ منورہ کے لیے ہے اور ان علاقوں کے لیے جن کا قبلہ مدینہ منورہ کے قبلے کے مماثل ہے، اور یہی قول امام البیہقی کا، الخلافیات میں اور احمد بن خالویہ الوہبی کا ہے، کہ اس حدیث سے باقی علاقوں کے لیے شمال اور جنوب کے مابین قبلہ ہونے میں وسعت ثابت ہوتی ہے ۔ ابن عبدالبر المالکی اپنی کتاب التمہید میں لکھتے ہیں " یہ قول صحیح ہے، اس کو رد نہیں کیا جا سکتا، اور اس مسئلے میں اہل علم کے مابین کوئی اختلاف اور تنازعہ نہیں ہے الاثرم فرماتے ہیں ۔ کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اس حدیث کے مفہوم و معنی کے متعلق استفسار کیا ۔ تو انہوں نے فرمایا، کہ یہ حکم تمام علاقوں کے لیے ہے ۔ ماسوا بیت اللہ شریف کے قریب جا کر نماز پڑھنے والے کے، اس لیے کہ جو شخص کعبہ معلّی کے سامنے موجود ہو، اگر تھوڑا سا حصّہ بھی، اس کے سامنے سے ادھر اُدھر ہو جائے تو اس نے گویا قبلہ چھوڑ دیا ۔ پھر انہوں نے اشارہ کر کے فرمایا: یہ مشرق ہے اور یہ مغرب ہے، اور ان دونوں کے درمیان یہاں قبلہ ہے ۔ میں نے پوچھا کہ اگر کسی شخص نے مشرق اور مغرب کے درمیان منہ کر کے نماز ادا کر لی تو اس کی نماز درست ہو گی ۔ انہوں نے فرمایا، ہاں ۔ البتہ اسے چاہیے ۔ کہ مشرق اور مغرب کے وسط (درمیان میں ہونے) کے متعلق اچھی طرح غور و تحری کرے ، مگر ابن عبدالبر المالکی نے امام احمد بن حنبل کے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ اس سے مراد صرف وہ ممالک اور وہ علاقے ہیں، جن کے قبلہ مدینہ منورہ کی طرح ان سے جنوب کی طرف واقع ہے۔ کہ یہ لوگ نماز میں مشرق اور مغرب کے درمیان منہ کر کے کھڑے ہوں، اور ان کے لیے دائیں اور بائیں قدرے ادھر اُدھر ہو جانے کی گنجائش ہے ۔ چنانچہ ان لوگوں کو حکم ہے، کہ یہ لوگ مغرب کو دائیں طرف اور مشرق کو بائیں طرف رکھیں اور اس کے درمیان کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوں، یہی حکم اہل عراق اور اہل خراسان کا ہے، کہ ان کا قبلہ بھی جنوب کی طرف ہے، اور ان کے لیے استقبال قبلہ میں بڑی وسعت ہے ، اسی طرح جو لوگ اہل عراق کے بالمقابل ہیں، ان کے لیے بھی یہی حکم ہے ۔ اس حکم کی شدت تو صرف کعبۂ معلّی کے سامنے کھڑے ہونے والے لوگوں کے لیے ہے ۔ پھر اہل مکہ اور اہل حرم کے لیے تھوڑی اور

باقی دنیا کے لوگوں کے لیے بہت زیادہ وسعت ہے"[14]
علامہ المناوی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"یعنی سردیوں میں سورج جہاں سے طلوع ہوتا ہے۔ اور یہ قلب العقرب کے طلوع ہونے کا مقام ہے، اور جہاں گرمیوں میں سورج غروب ہوتا ہے، جو السماک الرامح منزل کے ہونے کا مقام ہے، کے درمیان واقع ہے۔ اور مغرب سے قدرے جھکا ہوا ہے، لہٰذا ان لوگوں کو کہا گیا، کہ یہ لوگ مغرب کو دائیں اور مشرق کو بائیں رکھیں، اسی طرح اہل یمن کو، اہل مدینہ کی طرح، سمت قبلہ میں بڑی وسعت اور گنجائش ہے، لیکن یہ لوگ مشرق کو اپنے دائیں اور مغرب کو اپنے بائیں رکھیں گے"[15]

نامور محدث اور فقیہ مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ، نے مفصل بحث کے بعد، اس حدیث کی تشریح میں چھ نکات کو منتخب فرمایا ہے۔

۱۔ اس سے مراد صرف اہل مدینہ اور ان کی سمت کے لوگ ہیں۔ اس لیے کہ ان ممالک سے قبلہ جنوب کی طرف واقع ہے۔ لہٰذا اس سے قطعی طور پر تمام دنیا کے علاقے ملک مراد نہیں ہیں۔

۲۔ اسی طرح اس سے شمال مشرقی ممالک، مثلاً عراق، خراسان اور بلاد فارس کا قبلہ مراد ہے۔ کیونکہ ان ممالک کا قبلہ بھی جنوب کی طرف ہے۔

۳۔ اس سے تمام زمین پر، نماز کا جواز مراد ہے، اس لیے کہ "مابین المشرق والمغرب" تمام زمین سے کنایہ ہے۔ اور شاید اس سے مراد وہ شخص ہو، جس پر قبلہ مشتبہ ہو جائے کہ اگر وہ تحری اور غور و خوص کے بعد کسی طرف بھی منہ کر کے نماز ادا کرے، تو اس کی نماز درست ہو جاتی ہے۔

۴۔ یہ کہ مشرق اور مغرب کے مابین ہر ملک اور ہر علاقے کا قبلہ یہی کعبۂ معلّٰی ہے، اسی طرف منہ کرنے سے اس کی نماز درست ہوگی۔

۵۔ اس حدیث میں مسافر کا حکم بیان کیا گیا ہے، یعنی اگر کوئی دوران سفر میں ہو، اور اس پر کبھی قبلہ مشتبہ ہو جائے، تو وہ جنوب یا شمال کی طرف اگر منہ کر کے نماز ادا کرے تو اس کی نماز درست ہوتی ہے"[16]

۲۔ علمائے کرام کی بیان کردہ علامات قبلہ

چونکہ قبلہ کی شناخت کا مسئلہ دین کی بنیادی اور اساسی ضروریات میں سے ایک ہے،

اس ضرورت کا تعلق چونکہ نماز کی صحت سے ہے، اسی لیے باوجود مذکورہ روایت سے سمت قبلہ میں معمولی انحراف کے جواز کے، علمائے کرام اور ماہرین علم ہئیت نے سمت قبلہ کی درستگی کے لیے بہت طویل بحثیں کی ہیں اور یہ کوشش کی ہے، کہ ان کی بیان کردہ علامتوں اور نشانیوں سے ایک عام شخص بھی اسی طرح مستفید ہوسکے جس طرح کہ اہل علم مستفید ہوتے ہیں۔

"یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ قبلے کی دریافت اور اس کی شناخت میں، علامتوں کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے، جب وہاں گرد و نواح میں کوئی مسجد موجود نہ ہو، اگر مسجد موجود ہو، تو اس کے محراب کے مطابق نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ تاہم اگر اس مسجد کے محراب میں اشتباہ پیدا ہو جائے، یا متعلقہ شخص ایسے علاقے میں ہو، جہاں کوئی بھی مسجد موجود نہیں ہے، تو ایسی صورت میں شریعت اسلامیہ نے مذکورہ شخص کو" علامات قبلہ "کے مطابق غور و تحری کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ نامور فقیہ امام الکاسانی نے استقبال قبلہ کی بحث میں لکھا ہے:

"اور اگر وہ قبلہ سے اوجھل ہو، تو اس کے لیے، اس کی طرف منہ کرنا، یعنی قبلے کی طرف رہنمائی کرنے والے نشانات اور علامتوں کی مدد سے تعمیر کی جانے والی مساجد کے محرابوں کے مطابق قبلہ رُو ہونا ضروری ہے، یہاں اس کے لیے عین کعبہ کا نہیں، بلکہ جہت کعبہ کا اعتبار ہوگا۔ الکرخی اور الرازیؒ نے یہی لکھا ہے، اور یہی ہمارے ماوراء النہر کے مشائخ کا مسلک ہے، مگر بعض علماء فرماتے ہیں، کہ کوشش اور تحری سے عین کعبہ کی طرف رخ کرنا فرض ہے۔ یہ ابوعبداللہ البصری کا قول ہے، یہاں تک کہ انہوں نے لکھا ہے۔ کہ کعبے کی نیت کرنا شرط ہے۔"[۱]

اس مسئلے پر چونکہ ہم اپنے مقالے کے ابتدائی حصّے (منہاج اکتوبر ۹۳ء) میں بحث کر چکے ہیں۔ جہاں عین و جہت کعبہ کی بحث کے خاتمے میں، مؤخر الذکر صورت کے راجح ہونے کے دلائل کا بھی ذکر آچکا ہے۔ اس لیے یہاں اس تمام تفصیل کو دہرانا بے فائدہ ہوگا۔ البتہ اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ کن حالات میں علامات قبلہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

امام الغزالیؒ نے بھی اسی موقف کی تائید و توثیق کی ہے، چنانچہ آپ کتاب آداب السفر میں زیر بحث عنوان پر لکھتے ہیں:

"احکام کی دوسری قسم جو سفر کے باعث مسافر پر از سر نو ضروری ہو جاتے ہیں۔ اس سے مراد اوقات نماز اور علامات قبلہ کا جاننا ہے۔ ان مسائل کا جاننا حضر (اقامت) میں بھی ضروری ہے۔ لیکن شہروں میں مساجد اور متفق علیہ محرابوں کی موجودگی قبلے کی تلاش اور دریافت سے اور مؤذن کی موجودگی، اوقات نماز جاننے سے نمازی کو بے نیاز اور بے فکر بنا دیتی ہے، جبکہ مسافر پر بعض اوقات قبلہ اور نماز کا وقت مشتبہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس کے لیے ضروری ہے، کہ اسے قبلے کی علامات اور اوقات نماز کے احکام کا علم ہو۔[۱۸]"

پھر چونکہ ہر انسان کو گاہے بگاہے سفر سے سابقہ پڑتا رہتا ہے، اس لیے، دوسرے الفاظ میں ان احکام و مسائل کا ہر مسلمان کو جاننا ضروری ہے، یہ الگ بات ہے، کہ ان احکام کی ضرورت حالت اقامت کی نسبت سفر میں زیادہ پڑتی ہے۔

سمت قبلہ معلوم کرنے کے لیے آلات رصدیہ کا استعمال

آگے بڑھنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلے کی وضاحت کر دی جائے، کہ آیا سمت قبلہ معلوم کرنے اور حقیقت حال تک رسائی کے لیے آلات رصدیہ کا استعمال درست اور جائز ہے، یا نہیں۔

دوسرے الفاظ میں سمت قبلہ معلوم کرنے کے لیے محض ظن و تخمین اور قیاس و استقرار کا استعمال کافی ہے، یا اس کی دریافت کے لیے جدید ترین سائنسی اور علمی آلات و ذرائع سے مدد لے کر نہایت باریک بینی اور نہایت دقیقہ رسی سے سمت قبلہ دریافت اور معلوم کی جائے؟

اس مسئلے پر قدماء نے کم اور متاخرین نے زیادہ طویل بحثیں کی ہیں اور اس میں دونوں نقطۂ نظر پیش کیے جاتے ہیں۔

عہد حاضر کے محقق اور نامور فقیہ مفتی محمد شفیع نے اس مسئلے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے، اپنے رسالے "تنقیح المقیال" میں لکھا ہے:

سمتِ قبلہ کی تعیین اور بنائے مسجد میں سُنّت سلف صحابہؓ و تابعین سے آج تک یہ ہے۔ کہ جس بلدہ (شہر، قصبے) میں مساجد قدیمہ مسلمانوں کی موجود ہوں، ان کا اتباع کیا جائے۔ ایسے مقامات میں آلات رصدیہ اور قواعد ریاضیہ کی تدقیق میں پڑنا سُنّت کے خلاف اور نامناسب اور باعث تشویش

ہے۔ ہاں جنگلات اور اپنی نو آبادیات میں جن میں مساجد موجود نہ ہوں وہاں قواعد ریاضیہ سے مدد لی جائے۔ تو مضائقہ نہیں: اگر مساجد بلدہ کی سمتیں کچھ باہم مخالف ہوں۔ ظن غالب یا تجربہ کار مسلمانوں کے اندازے سے جو ان میں زیادہ اقرب معلوم ہو، اس کا اتباع کر لیا جائے۔ ہاں اگر کسی بلدہ کی عام مساجد کے متعلق قوی شبہ ہو جائے۔ کہ وہ سمت قبلہ سے اس درجہ منحرف ہیں کہ نماز ہی درست نہ ہوگی، تو ایسی صورت میں ان کا اتباع نہ کیا جائے، بلکہ قواعد ریاضیہ سے سمت قبلہ کا استخراج کیا جائے..... اس مسئلے میں اصل قابل نظر دو چیزیں ہیں:

۱۔ استقبالِ قبلہ جو نماز میں فرض ہے، اس کی حد ضروری کیا ہے؟

۲۔ بلاد بعیدہ میں اس ضروری سمتِ قبلہ کے معلوم ہونے کا شرعی طریق کیا ہے؟ دونوں مسئلے جدا جدا سمجھ لیے جائیں تو مسئلہ زیر بحث خود بخود حل ہو جائے گا۔

پہلے مسئلے کے متعلق مذہبِ مختار حنفیہ کا یہ ہے۔ کہ جو شخص بیت اللہ شریف کے سامنے ہو، اس کے لیے عین کعبہ کا استقبال فرض ہے۔ اور جو اس سے غائب ہو، اس کے لیے جہت کعبہ کا استقبال ہے عین کعبہ کا نہیں......

پھر جہت کے استقبال کے معنی یہ ہیں۔ کہ ایک خط جو کعبہ پر سے گذرتا ہوا جنوب و شمال پر منتہی ہو جائے، اور نمازی کے وسط جبہ (پیشانی) سے ایک خط مستقیم نکل کر اس پہلے خط سے اس طرح تقاطع کرے۔ کہ اس سے موقع تقاطع پر دو زاویۂ قائمہ پیدا ہو جائیں۔ وہ قبلۂ مستقیم ہے اور اگر نمازی اتنا منحرف ہو۔ کہ وسط جبہ کو چھوڑ کر پیشانی کے اعراف میں سے کسی طرف سے نکلنے والا خط زاویۂ قائمہ پیدا کر دے۔ تو وہ انحراف قلیل ہے، اس سے نماز صحیح ہو جائے گی، اور اگر پیشانی کی کسی طرف سے بھی ایسا خط نہ نکل سکے، جو خط مذکور پر زاویۂ قائمہ پیدا کرے۔ تو وہ انحراف کثیر ہے۔ اس سے نماز درست نہ ہوگی، اور علمائے ہیئت و ریاضی نے انحراف قلیل و کثیر کی تعیین اس طرح کی ہے۔ کہ پینتالیس درجہ تک انحراف قلیل ہے اس سے زائد ہو۔ تو کثیر۔ مفسد صلوٰۃ ہے... انحراف قلیل و کثیر کی تعیین میں فقہائے کرام کا ایک دوسرا قول بھی ہے۔ جس میں اس سے کم گنجائش ہے، یعنی ما بین المغربین۔ وہ احتیاط پر مبنی ہے.....

دوسرا مسئلہ یہ ہے۔ کہ بلاد بعیدہ میں سمت قبلہ اور جہت استقبال معلوم کرنے کا شرعی طریقہ

گیا ہے ؟ صحابہ و تابعین اور جمہور امت کا اس میں تعامل کس طرح ہے، اور یہ کہ قواعد ریاضیہ کا استعمال اس کام کے لیے جائز و معتبر ہے یا نہیں، اور ہے تو کس درجہ میں ؟

اس بارے میں بطور مقدمہ یہ تبلا دینا مناسب ہے ۔ کہ شریعت محمدیہ کے تمام احکام کی بنیاد یُسر و سہولت اور سادگی و بے تکلفی پر ہے ۔ فلسفیانہ تدقیقات پر نہیں ۔ کیونکہ دائرہ حکومت اس شریعت کا تمام عالم کے بحر و بر ۔ اسود و احمر ۔ شہری و دیہاتی اور ان کے سکان پر حاوی ہے .....

اس مختصر سے مقدمہ کے بعد مسئلہ زیر بحث میں یہ فیصلہ کرنا آسان ہو گیا ہے ۔ کہ سمت قبلہ اور استقبال قبلہ جس کا ہر مسلمان دن میں پانچ مرتبہ مامور ہے ۔ اس کے لیے شریعت نے ضرور کوئی آسان اور بالکل سادہ طریقہ اختیار کیا ہوگا ۔ جس کو ہر شہری و دیہاتی با آسانی عمل میں لا سکے ۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک اس کے متعلق یہ ہے ۔ کہ مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ ہے ، (رواہ الترمذی عن ابی ہریرہ) یہ ارشاد اگرچہ تمام عالم کے لیے نہیں ، بلکہ خاص اہل مدینہ اور اس کے قرب و جوار کے لیے ہے ، لیکن اتنی سی بات اس میں عام ہے کہ سمت قبلہ کی تعیین میں زیادہ تدقیق کا تکلف نہیں اور ان کے بعد عامہ مسلمین کے تعامل نے اس کو بالکل واضح کر دیا ۔ کہ بلاد بعیدہ میں جہاں کہیں حضرات صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں یا آپ کے بعد پہنچے ہیں، وہاں نمازیں ادا کرنے اور مستقل قیام کی صورت میں مساجد بنانے میں ان حضرات سے کہیں منقول نہیں کہ آلات رصدیہ سے کام لے کر سمت قبلہ متعین کی ہو، بلکہ موٹے موٹے آثار و نشانات اور شمس و قمر اور قطب وغیرہ مشہور و معروف ستاروں کی پہچان سے ایک اندازہ قائم کر کے محض تحری و تخمینہ سے سمت قبلہ متعین فرمائی ....

" بلاد ہندوستان میں سہل اور احوط طریقہ یہ ہے ، کہ موسم گرما کے سب سے بڑے دن یعنی ۲۲ جون ۔ اور اسی طرح موسم سرما کے سب سے چھوٹے دن یعنی ۲۲ دسمبر میں غروب شمس کا موقع دیکھا جائے ، قبلہ ان دونوں کے درمیان ہوگا ۔

خلاصہ یہ ہے کہ سمت قبلہ میں آلات رصدیہ اور حسابات ریاضیہ سے کام لینا سلف کا طریقہ نہیں تھا ، اور نہ شریعت نے اس کا امر کیا ہے اور نہ کسی حال میں اس کی ضرورت ہے ، بلکہ طریقہ معروفہ سلف کا یہ ہے ، کہ جن بلاد میں مساجد قدیمہ موجود ہوں ، وہاں ان کا اتباع کیا جائے ۔

اور جہاں نہ ہوں۔ وہاں مشہور و معروف ستاروں اور دوسرے آثارِ علویہ سے کام لے کر اندازہ قائم کرکے جہت متعین کرلی جائے ......

اب صرف ایک سوال باقی رہ جاتا ہے، کہ آلات رصدیہ اور حسابات ریاضیہ سے اگر اس میں کام لیا جائے تو جائز ہے یا نہیں، اور جو جہت ان حسابات کے ذریع متعین ہوگی۔ وہ شرعاً معتبر ہوگی یا نہیں؟ اس کے متعلق فیصلہ علامہ شامی کا یہ ہے۔ کہ جس جگہ مساجد قدیمہ موجود نہ ہوں۔ وہاں تو باتفاق علماء ان آلات و حساب سے کام لینا جائز ہے۔ بلکہ جس شخص کو یہ فن آتا ہو، اس کے لیے ایسے مواقع میں جہاں مساجد قدیمہ موجود نہ ہوں۔ ضروری ہے۔ کہ بجائے دوسری علامات و نشانات کے ان آلات و حسابات سے کام لے۔ کیونکہ محض تحری و تخمینہ سے زیادہ مفید ظن غالب ہیں اور جس جگہ مساجد قدیمہ موجود نہ ہوں۔ وہاں آلات و حسابات کے ذریعہ سمت قبلہ نکالنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض جائز قرار دیتے ہیں۔ اور بعض ناجائز" امام احمد بن حنبل کا قول عدم جواز کا ہے[19]"

مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے یہ فتویٰ چونکہ اس وقت لکھا، جب آپ دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء میں کام کرتے تھے، اس لیے یہ فتویٰ گویا دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ ہے، اس فتوے کی جن حضرات نے تصویب کی ہے۔ ان میں مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا قاری محمد طیب صاحب، مفتی محمد حسن صاحب (بانی جامعہ اشرفیہ)، مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب، مولانا خیر محمد صاحب (مفتی مدرسہ خیر المدارس) اور مولانا محمد یوسف بنوری صاحبؒ ، وغیرہ شامل ہیں۔ جس سے اس فتوے کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔

مفتی رشید احمد صاحب (صاحب احسن الفتاویٰ) کا فتویٰ

مفتی رشید احمد صاحب

نے بھی اپنے فتوے میں مفتی محمد شفیع صاحب کے فتوے کی حرف بحرف تائید کی ہے، ان کے فتوے کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

اس مسئلے میں قابل نظر تین چیزیں ہیں:

۱۔ استقبال قبلہ جو نماز میں فرض ہے، اس کی حد ضروری کیا ہے؟

۲۔ بلاد بعیدہ میں اس ضروری سمتِ قبلہ کے معلوم کرنے کا شرعی طریق کیا ہے؟

۳ - قواعدِ ریاضیہ کا استعمال اس کام کے لیے جائز و معتبر ہے - یا نہیں ، اگر ہے تو کس درجے ہیں۔
یہ تینوں مسئلے جُدا جُدا سمجھ لیے جائیں تو مسئلہ زیر بحث خود بخود حل ہو جائے گا۔

پہلا مسئلہ : اس کے متعلق قرآنی حکم ہے - فول وجھک شطر المسجد الحرام - اور فولّوا وجوھکم شطرہ ، اس آیت میں بیت اللہ کے بجائے ، مسجد حرام (جو بیت اللہ سے زیادہ وسیع ہے) کی طرف توجہ کرنے کا حکم دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ استقبال قبلہ کے مسئلہ میں شریعت سہلہ نے تضییق نہیں رکھی ، بلکہ کسی قدر وسعت ہے ۔

. . . . اسی چیز کو فقہائے کرام نے اس طرح بیان کیا ہے - کہ مصلی کے وسط جبہہ سے ایک خط مستقیم نکل کر عین کعبہ پر سے گذرے ، تو یہ قبلہ مستقیم ہے ، اور اگر خط مذکور پر دوسرا خط علی زوایا قوائم کھینچا جائے تو اس خط پر مصلّی کا مستقیماً قیام کرنا ، انحراف قلیل ہے - ورنہ انحراف کثیر ، جو مفسد صلوٰۃ ہے ۔ اور علمائے ہئیت و ریاضی نے انحراف قلیل و کثیر کی تعیین اس طرح کی ہے ، کہ ۴۵ درجہ تک انحراف ہو تو قلیل اس سے زائد ہو تو کثیر مفسد صلوٰۃ ہے ، (کما فی الخیریہ)

۲ - دوسرا مسئلہ : (یعنی) بلاد بعیدہ میں سمت قبلہ معلوم کرنے کا شرعی طریقہ کیا ہے ، اور صحابہؓ و تابعین کا اس میں تعامل کس طرح ہے ، اس بارے میں بطور مقدمہ یہ بتلا دینا مناسب ہے کہ شریعت کے تمام احکام کی بنیاد یسر و سہولت اور سادگی و بے تکلفی پر ہے فلسفیانہ تدقیقات پر نہیں . . . . (اس لیے) شریعت نے ضرور کوئی آسان اور سادہ طریقہ اختیار کیا ہوگا ، جس کو ہر شہری و دیہاتی بسہولت عمل میں لا سکے - چنانچہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا طرز عمل ملاحظہ ہو !

۱ - اس پر اتفاق ہے - کہ مسجد حرام کے بعد سب سے پہلی مسجد جو اسلام میں بنائی گئی ، وہ مسجد قبا ہے : . . . جب تحویل قبلہ کی آیت نازل ہوئی تو اس خبر کو لے کر ایک صحابی اس وقت پہنچے کہ اس مسجد میں نماز ہو رہی تھی ، یہ خبر سنتے ہی امام اور پوری جماعت بیت اللہ شریف کی طرف ہو گئی . . . . . . ظاہر ہے کہ حالت نماز میں جو سمت قبلہ اہل قبا نے اختیار کی اس میں آلات ریاضیہ اور اصطرلاب کا دخل نہیں ہو سکتا۔

۲ - حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں تمام اسلامی قلمرو میں ہر صوبہ کے عامل کے نام فرمان بھیجے کہ ہر صوبہ میں مساجد بنائی جائیں ، عمال حکومت نے تعمیل کی ، مگر سمت قبلہ معلوم کرنے کے لیے نہ تو حضرت عمرؓ نے کوئی انتظام کیا ، اور نہ ہی عمال حکومت نے ۔

۳ ۔ علامہ مقریزیؒ نے کتاب الخطط (ص ۲۴۶ ج ۲) میں نہایت وضاحت سے لکھا ہے کہ حضرات صحابہ نے مصر اور دوسرے بلاد میں اسی طرح موٹے موٹے آثار و نشانات شمس و قمر کے ذریعہ اندازہ و تحری سے کام لیا، اور مساجد بنائیں اور عام مسلمانوں نے ان کا اتباع کیا ۔

۴ ۔ علمائے امت کا اتفاق ہے ۔ کہ دنیا کی تمام مساجد محض تحری و تخمینہ سے قائم کی گئی ہیں۔ لیکن مسجد نبوی کی سمت بطور وحی و مکاشفہ قائم کی گئی ہے ..... لیکن جب حسابات ریاضیہ سے جانچا گیا تو وہ بھی صحیح نہیں اتری ..... جیسا کہ مقریزیؒ نے کتاب الخطط، ج ۲، ص ۲۵۶ میں اس کا ذکر کیا ہے... لہٰذا سمت قبلہ معلوم کرنے میں سلف کا طریقہ یہ ہے، کہ جن بلاد میں مساجد قدیمہ موجود ہوں ان کا اتباع کیا جائے اور جن جنگلات یا نوآبادیات میں مساجد قدیمہ موجود نہ ہوں، وہاں شمس و قمر اور قطب وغیرہ کے مشہور و معروف ذرائع سے اندازہ قائم کرکے سمت متعین کرلی جائے، اس میں معمولی میلان و انحراف رہے تو اُسے نظر انداز کیا جائے ......

تیسرا مسئلہ دریافت قبلہ کے لیے آلات ریاضیہ کا استعمال جائز ہے یا نہیں ؟

..... ان مقدمات سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا۔ کہ سمت قبلہ میں آلات ریاضیہ کا استعمال مذموم ہے۔[۱]

پاکستان کے ان دو جلیل القدر مفتیوں کی مذکورہ عبارت سے یہ بات بخوبی ثابت ہو جاتی ہے کہ عام مسلمانوں کے لیے بالخصوص نماز پنجگانہ کے لیے آلات رصدیہ اور حسابات ریاضیہ کی ضرورت نہیں ہے ۔ لیکن جب کوئی مسجد تعمیر کی جا رہی ہو، جس مسجد میں ہزاروں مسلمان سجدہ ریز ہوں گے، اور جس مسجد کو دیکھ کر اور مساجد تعمیر ہوں گی، اور جس کے قبلے اور محراب سے لوگ اپنے گھروں اور اپنے علاقے میں قبلے کی تعیین کریں گے، تو کیا اس مسجد کی تعمیر اور اس کے قبلے کی تعیین کے وقت بھی آلات رصدیہ اور حسابات ریاضیہ کا استعمال کرکے، مسجد کے قبلے کی حتی الوسع ٹھیک ٹھیک نشاندھی نہ کی جائے۔ محض اس بنا پر کہ ہمارے اسلاف نے اس مقصد کے لیے ایسا نہیں کیا تھا ؟

اگر واقعی یہ دلیل درست ہے، تو پھر صحابہ کرام کے عہد مبارک میں نمازوں کے اوقات کے لیے گھڑیوں کا استعمال بھی موجود نہ تھا۔ اسی طرح اذان اور جماعت کی نماز اور خطبات جمعہ کے لیے لاؤڈ سپیکر (آلۂ مکبر الصوت) بھی استعمال نہ ہوتا تھا، اس دلیل سے وہ تمام اشیاء اور ان تمام آلات کا استعمال

ناجائز قرار پاتا ہے۔ اس لیے ہمارے خیال میں مفتی محمد شفیع اور مفتی رشید احمد کے مذکورہ فتاویٰ کا موقع و محل پنجگانہ نمازیں اور عوام الناس ہیں۔

پھر جیسا کہ ہم سابقہ حصّے میں واضح کر آئے ہیں کہ حضرات صحابہ کی زندگی فطرت اور مظاہر فطرت کے انتہائی قریب تھی، اور یہ کہ وہ مختلف شہروں کا محل وقوع اتنی باریک بینی اور اتنی مہارت سے جانتے تھے، کہ موجودہ زمانے میں آلات رصدیہ کے استعمال سے اتنی صحت اور باریک بینی ممکن نہیں ہے اور چونکہ اصل مقصد قبلے کی درست اور بالکل ٹھیک ٹھیک تعیین ہے، جو ان حضرات کو قدرتی اور فطری طور پر حاصل تھی، اس سے اگر ان حضرات نے اس مقصد کے لیے آلات رصدیہ اور حسابات ریاضیہ کا استعمال نہیں کیا، تو اس سے انہیں کوئی زیادہ فرق نہیں پڑا۔ جبکہ ہمارا علم ہر شعبے میں جدید سائنسی آلات جدید علمی ذرائع کا محتاج ہو کر رہ گیا ہے، اس لیے ہمارے لیے صرف اپنے ظن و تخمین یا شمس و قمر کے موٹے موٹے حسابات سے قبلے کی تعیین و شناخت سے بہت فرق پڑ سکتا ہے، اس لیے ہمارے خیال میں:

خاص طور پر نئی مساجد کی تعمیر اور ان کے قبلے کی تعیین کے وقت آلات رصدیہ اور حسابات ریاضیہ کی مدد لینا ضروری ہے، تاکہ آیت قرآنیہ: لا یکلف اللّٰہ نفساً الّا وسعہا کے مقتضیٰ پر عمل کے ساتھ ساتھ، حتی الوسع درست قبلہ کی تعیین و شناخت ممکن ہو سکے۔

۴۔ علامات و آلات رصدیہ سے شناخت قبلہ

اب ہم اپنے موضوع کے اصل حصّے تک پہنچ گئے ہیں، جہاں ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ قبلے کی شناخت اور اس کی تعیین و تخفیص کے لیے کون کونسی علامتوں اور کون کونسے آلات کو کب اور کس طرح استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔

ہم اپنی گفتگو علمائے قدیم کی بیان کردہ علامتوں اور آلات رصدیہ کے استعمال سے شروع کر کے عصر حاضر کے علماء و ماہرین کی تصریحات پر ختم کریں گے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ امام الغزالیؒ کی تصریحات

امام ابو حامد الغزالی (م ۵۰۵ ھ) دنیائے اسلام کے نامور صوفی اور ماہر فقہ و اصول فقہ اور عالم فلسفہ و ہیئت تھے، انہوں نے اپنی کتاب احیاء علوم الدین میں قبلے کی شناخت اور اس کے زمینی اور آسمانی نشانات پر مدلل بحث فرمائی ہے، آپ لکھتے ہیں:

قبلے کی شناخت کے دلائل تین قسم کے ہیں :

۱۔ زمینی : یعنی پہاڑوں، شہروں، بستیوں اور نہروں وغیرہ سے استدلال کرنا۔

۲۔ ہوائی : مثلاً شمالی، جنوبی، صبا اور دیور وغیرہ سے استدلال کرنا۔

۳۔ آسمان : مثلاً ستاروں وغیرہ سے استدلال کرنا۔

جہاں تک پہلی دو اقسام کا تعلق ہے، تو یہ اقسام علاقوں کی تبدیلی سے تبدیل ہو جاتی ہیں، چنانچہ بعض اوقات راستے میں کوئی پہاڑ ہوتا ہے، جس کے متعلق علم ہوتا ہے کہ یہ شرقاً غرباً، یا شمالاً جنوباً واقع ہے۔ اس سے قبلے پر استدلال کرنا آسان ہو جاتا ہے، اسی طرح ہواؤں کا مسئلہ ہے کہ یہ بھی بعض اوقات شہروں کی سمت پر صحیح رہنمائی کرتی ہیں، ان ہواؤں اور زمینی نشانات کی تمام تفصیل بیان کرنا ممکن نہیں ہے، اس لیے کہ ہر ملک اور ہر اقلیم میں دوسرے ملک سے ان کی صورت حال مختلف ہوتی ہے۔

آسمانی دلائل و نشانات کی پھر دو اقسام ہیں : اولاً ۔ وہ دلائل جو دن کے وقت نظر آتے ہیں۔ اور ثانیاً وہ جو رات کے وقت موجود ہوتے ہیں۔

دن کے وقت سمت قبلہ جاننے کا واحد ذریعہ سورج ہے۔ لیکن سورج سے پوری طرح رہنمائی حاصل کرنے کے لیے اس کے طلوع و غروب کے مقامات کو ذھن میں رکھنا ضروری ہے، مثلاً یہ کہ مسافر سورج کے روبرو کھڑا ہو کر دیکھے، کہ سورج آیا اس کی دو آنکھوں کے سامنے سے نکل رہا ہے، یا اس کی دائیں یا بائیں ان کی طرف سے۔ اسی طرح غروب آفتاب کے وقت بھی اس کا بغور مشاہدہ کر کے اس کو ذہن نشین کر لیا جائے۔

غروب آفتاب سے بھی اسی طرح استدلال کیا جا سکتا ہے، اسی طرح سورج کے غروب ہونے ہونے کے بعد افق مغرب پر جو سُرخی رہتی ہے، اس سے، جہاں نماز عشاء کا وقت معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اس سے، سمت قبلہ پر استدلال ممکن ہے۔

اور اگر شفق بھی غروب ہو جائے، تو پھر قطب ستارے (الجدی) سے قبلے پر استدلال کیا جائے وہ اس طرح، کہ یہ ستارہ اپنی جگہ برقرار رہتا ہے، جبکہ دوسرے ستارے اِدھر اُدھر ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا مکہ مکرمہ سے شمالی علاقوں میں یہ ستارہ نمازی کے، کندھے کے درمیان، یا بائیں یا دائیں کندھے

پر ہونا چاہیے ۔ جبکہ جنوبی علاقوں مثلاً یمن وغیرہ میں یہ ستارہ نمازی کے بالکل سامنے ہونا چاہیے[۲۱]
امام الغزالی کی مندرجہ بالا عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ سمت قبلہ معلوم کرنے کے طریقے تو بہت سے ہیں، لیکن ان میں سے زیادہ تر تخمینی اور ظنی ہیں ۔ سمت قبلہ معلوم کرنے کا آسان اور نسبتہً معتمد علیہ طریقہ دن میں سورج اور رات کے وقت ستارہ الجدی یا قطب ستارہ ہے، چنانچہ الجدی ۔ قطب ستارے سے سمت قبلہ معلوم کرنے کے متعلق نامور مفسر قرآن، امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں :

"الجدی ۔ اپنی جگہ برقرار رہنے والا ستارہ ہے، جس کی اپنی جگہ سے حرکت معلوم نہیں ہوتی، اس سے علماء نے اکثر سمت قبلہ دریافت کرنے کے سلسلے میں مدد لی ہے ۔ اس لیے کہ یہ ستارہ وہ ۔ مکہ مکرمہ کے شمالی علاقہ جات میں یا تو نمازی کے بالکل پیچھے ہوتا ہے، یا پھر اس کے دائیں یا بائیں کندھے کے بالمقابل ۔ جبکہ مکہ مکرمہ سے جنوبی شہروں، مثلاً یمن اور ان ممالک میں جو اس کے پیچھے واقع ہیں، یہ ستارہ نمازی کے بالکل سامنے ہوتا ہے ۔ اور اگر مسافر راستے میں ہو، تو وہاں کے معروف شہر کی سمت قبلہ کو راستے بھر میں ملحوظ رکھے ۔ تاہم اگر سفر لمبا ہو، اور علاقے کے متعلق مسافر کی واقفیت زیادہ نہ ہو، تو اس کے متعلق وہ وہاں کے اہل علم و بصیرت سے دریافت کرے، یا پھر وہ ان ستاروں کا کسی جامع مسجد کے محراب میں جا کر بغور مشاہدہ کرے اور ستاروں کے محل وقوع کو اچھی طرح ذہن نشین کرے ۔ اور اس سمت قبلہ پہ، راستے پر عمل کرے"[۲۲]

یہ تو قطب ستارے یا آسمان کے دوسرے ستاروں، مثلاً الفرقدان وغیرہ سے سمت قبلہ معلوم کرنے کی بحث تھی ۔ امام الغزالی نے سمت قبلہ معلوم کرنے کے اس زمینی طریقے کا بھی ذکر فرمایا ہے، جو اس وقت سمت قبلہ معلوم کرنے کے طریقوں میں سرفہرست ہے ۔

علامہ چغمینی نے جو مشہور ماہر ہیئت اور اسلامی علوم و فنون کے زبردست عالم و محقق تھے، اپنی کتاب میں، اس عنوان پہ لکھا ہے، اور جسے قبلہ دریافت کرنے والوں نے ہمیشہ پیش نظر رکھا، شارح موسیٰ رومی کی شرح کے ساتھ، اس کا خلاصہ درج ذیل ہے :

"ہم یہاں سمت قبلہ سے افق کا وہ نقطہ مراد لیتے ہیں کہ جب انسان اس کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو تو وہ قبلہ رُو ہو ۔ اس سے مراد وہ متعلقہ شہر اور اس بلد، اور مکہ مکرمہ

پر سے گذرنے والے خط کا نقطہ ہے۔ جو ان دونوں کی جہت میں ہو۔ اور اس نقطے اور انتہی مرکز کو ملانے والا جو نقطہ ہے، اسے سمتِ قبلہ کہا جاتا ہے۔ اور انتہی مرکز کو سمتِ قبلہ کا خط ہے جس پر محراب کی اساس قائم کی جاتی ہے۔ جب نمازی اس قوس کو اپنے دونوں قدموں کے درمیان کرے، اور اسی قوس پر سجدہ کرے، تو اس نے گویا اس زمینی "دائرہ محیط" پر نماز پڑھی ہے، جو اس کے قدموں کے یعنی اس کی سجدے والی جگہ اور بیت اللہ شریف کے درمیان سے گذرتا ہے۔ اور اس نقطے کی طرف منہ کرنے کا مطلب کعبۂ شریف کی طرف منہ کرنا ہے۔

عرض البلد اور طول بلد کی مدد سے قبلہ دریافت کرنیکا طریقہ

جب یہ تمہید آپ کے ذہن نشین ہوگئی۔ تو اب ہم عرض بلد اور طول بلد کی مدد سے سمتِ قبلہ معلوم کرنے کا طریقہ بیان کرتے ہیں، وہ اس طرح۔ کہ۔ یہاں آٹھ صورتیں محتمل ہیں:

۱۔ یا تو مکہ مکرمہ کا طول بلد (Longitude) اور عرض بلد (Latitude) متعلقہ شہر کے طول و عرض بلد سے کم ہوگا۔

۲۔ یا زیادہ ہوگا۔

۳۔ یا پھر مکہ مکرمہ کا طویل بلد اور عرض بلد زیادہ ہوگا۔

۴۔ یا اس کے برعکس ہوگا۔

۵۔ یا پھر دونوں جگہوں کا طول بلد (Longitude) برابر اور عرض بلد کم ہوگا۔

۶۔ یا پھر طول بلد یکساں مگر عرض بلد زیادہ ہوگا۔

۷۔ یا پھر دونوں مقامات کا عرض بلد برابر اور مکہ کا طول بلد زیادہ ہوگا۔ اور یا

۸۔ دونوں مقامات کا عرض بلد برابر مگر مکہ مکرمہ کا طول بلد کم ہوگا۔ اس طرح یہاں کل صورتوں کا احتمال ہے۔

سمت قبلہ معلوم کرنے کا جدید طریقہ

مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی (استاد مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ) اپنے مضمون "مشرقی اور سمت قبلہ" میں فرماتے ہیں :

فصل طول مکہ معظمہ اور بلد مفروض جس کی سمت قبلہ معلوم کرنا ہو اگر وہ نوے ۹۰ درجے سے کم ہے تو عرض جنوبی میں وہ عمود جو سمت الراس مکہ معظمہ پر گزرتا ہو نصف النہار بلدی پر قائم کریں (یعنی نقطۂ اعتدال سے ایک دائرہ عظیم مکہ مکرمہ کی سمت گزاریں کہ نصف النہار پر آپ ہی عمود ہوگا) (کیونکہ اس کے دونوں قطب اعتدالین پر گزرا ہے) ۔

یہ سمت الراس سے ہمیشہ شمال کو گزرے گا کہ اس عرض میں معتدل سمت الراس شمالی ہے اور سمت الراس مکہ معظمہ معتدل سے تو عمود جو نقطہ اعتدال سے نکل کر سمت الراس مکہ معظمہ پر گزرتا ہو نصف النہار سے ملا ہو ، قطعاً مطلوبہ شہر کے سمت الراس سے شمالی ہوگا ۔ مگر عرض شمالی میں تینوں حالتیں ہوتی ہیں اگر عرض عمود عرض البلد کے برابر ہے تو موقع عمود میں سمت الراس بلد ہے یعنی بلد کا " دائرہ اول السموٰت "

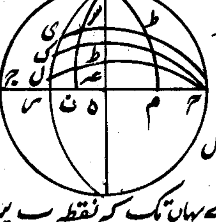

ہی سمت الراس مکہ پر گزرا ہوا ہے اور اگر اس کا عرض عرض البلد سے زائد ہے تو موقع عمود سمت الراس سے شمالی ہوگا ۔ اور اگر عرض البلد سے کم ہے تو جنوبی ہوگا جیسا کہ اس شکل سے ظاہر ہے اب ح ء افق شمالی ہے ب ہ د اسکا اول السموٰت اور ب ر معدل النہار ح قطب شمالی تو ظاہر ہے کہ اول السموٰت کا معدل سے فصل اعظم دائرہ نصف النہار پر ہ ر ہے کہ عرض البلد ہے پھر کم ہوتا گیا ہے یہاں تک کہ نقطہ ب پر معدوم ہوگیا ، ج ر ح ل ح ک ح ی د دائرہ میلیہ ہیں ، جو قطب سے نکل کر معدل سے ملے ہیں اور اول السموٰت کے نقاط ع ط سہ کا معدل سے عرض بتاتے ہیں جن میں سب سے بڑا ہ ر ہے پھر ع ل پھر ط ک پھر سہ ی ۔ عرض نصف النہار سے جتنا بعد بڑھتا گیا ہے عرض اول السموٰت گھٹتا گیا ہے ۔ فرض کیجیے کہ تین شہر مساوی العرض میں جن کا عرض عرض حرم سے زیادہ ہے اور فصل طول نوے ۹۰ سے کم تو بوجہ تساوی عرض مواقع مذکور پر ان کے اول السموٰت کے عرض یکساں ہوں گے ۔ فرض کیجیے عرض ع ل عرض حرم سے زائد ہے ط ک مساوی اور سہ ی چھوٹا تو ان تین شہروں میں مکہ معظمہ سے جس کا فصل طول ل رہے وہاں سمت الراس مکہ معظمہ نصف النہار ح ل پر ہے اور چونکہ ع ل عرض حرم سے زائد ہے ط اول السموٰت اور معدل کے بیچ میں پڑے گا تو عمود ب ن نقطہ اعتدال سے نکل کر سمت الراس

حرم پر ہوتا ہوا نصف النہار سے ملا ہوا سمت الراس بلد سے جنوب کو پڑے گا جس کا فصل طول ک رہے وہاں ط نصف النہار ح ک پر ہے اور چونکہ ط ک مساوی عرض حرم ہے اس لیے ط خاص اول السموٰت پر واقع ہوگا اور ب ح جو اول السموٰت ہے عمود ہوگا کہ ب سے نکل کر ط پر گزرتا اور نصف النہار سے ملا ہوا ہے اور جس کا فصل طول ی رہے وہاں ط نصف النہار ح ی پر ہے چونکہ س ی حرم سے چھوٹا ہے اس لیے ط اول السموٰت سے باہر شمال میں رہے گا اور عمود ب م سمت الراس بلد سے شمال کو پڑے گا۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ جس طرح یہ خیال غلط ہے کہ زائد العرض شہروں کا سمت قبلہ مطلقاً جنوبی ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ خیال بھی غلط ہے۔ کہ جو شہر مکہ معظمہ سے پورب میں واقع ہیں۔ ان کا قبلہ نقطۂ مغرب ہوگا۔

استخراج سمت قبلہ کا قاعدہ

اس تمہید کے بعد استخراج سمت قبلہ کا قاعدہ وضاحت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ ظم عرض حرم + جم فصل طول = ظم عرض موقع جم عرض موقع + ظل فصل طول = محفوظ۔ جیب تفاصل = انحراف۔

اس کی تشریح یہ ہے کہ جس مقام کا سمت قبلہ معلوم کرنا ہو پہلے اس کے طول کا مکہ معظمہ کے طول سے تفاضل لے لیا جائے۔ اس کے بعد ظل التمام عرض مکہ کو جیب التمام[1] فصل طول کے ساتھ جمع کیا جائے۔ حاصل جمع کی قوس معلوم کرکے اس کا کل لے لیا جائے کہ عرض موقع ہے پھر اس کو عرض بلد سے تفقسیم کیا جائے اگر عرض بلد عرض موقع سے کم ہے تو انحراف شمالی ہوگا اور زائد ہے تو انحراف جنوبی ہوگا دونوں برابر ہوں، تو کوئی انحراف نہ ہوگا بلکہ سمت قبلہ ٹھیک نقطہ مغرب کو ہوگا۔ اس کے بعد جیب التمام عرض موقع کو ظل فصل طول کے ساتھ جمع کیا جائے حاصل جمع کو جیب تفاضل عرض موقع و عرض البلد سے کم کرکے اس ظل کی قوس لے کر نوّے ۹۰ تک اس کا تمام لیا جائے اسی قدر انحراف

---

[1] یہ دونوں ریاضیاتی اصطلاحات ہیں، کتب ہیئت اور کتب ریاضی میں ان کی تفصیل معلوم ہو سکتی ہے، مثلاً لوکارتمی اعداد و میتھیمیٹیکل ٹیبلس لوگارتھمس چمبیر صاحب وغیرہ میں۔

ہوگا۔ یہ سمت قبلہ معلوم کرنے کا یہ آسان طریقہ ہے۔[۲۴]

سمت قبلہ معلوم کرنے کا ایک اور آسان طریقہ

یہ تو مشرقی صاحب کو سمت قبلہ کے معلوم کرنے کے آلات کا پتہ بتانا تھا

اب عام مسلمانوں کے لیے سمت قبلہ نکالنے کی سہل ترین ترکیب لکھتا ہوں ۲۹ مئی اور ۱۴ جولائی کو تاریخوں میں اپنے شہر اور مکہ معظمہ میں جتنے گھنٹہ اور منٹ کا فرق ہو نصف النہار کے بعد اتنے گھنٹہ اور منٹ پر کسی عمود یا پایہ کا سایہ دیکھیں یا خود سیدھے دھوپ میں کھڑے ہو جائیں اس وقت کا سایہ ٹھیک سمت قبلہ کو بتائے گا۔ مکہ معظمہ اور کسی شہر کے وقت میں گھنٹہ اور منٹ کا فرق اس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ اطلس (ATLAS) کے آخر میں شہروں کا طول وعرض دیا ہوتا ہے۔ اس سے مکہ معظمہ اور اس شہر کا طول معلوم کر کے چھوٹے کو بڑے سے تفریق کریں۔ حاصل تفریق کو چار میں ضرب دے کر ساٹھ پر تقسیم کریں، اس سے گھنٹہ منٹ معلوم ہو جائے گا۔

ہندوستان کے مختلف مقامات کے سمت قبلہ کا اختلاف

ہندوستان مکہ معظمہ سے مشرق میں ہے

اس لیے ہندوستان کے قبلہ کی تین ہی صورتیں ہو سکتی ہیں، ٹھیک نقطہ مغرب میں ہو یا اس قدر کم فرق ہو کہ قابل التفات نہ ہو، جیسے اٹاوہ، اُناؤ، بہرائچ، جانوں سیتاپور، فرخ آباد، کانپور، کھیری، لکھنؤ، ہردوئی وغیرہ کہ ان کا انحراف ایک درجہ بھی کم ہے۔ خصوصاً اُناؤ، اس کا انحراف فقط ۲ دقیقہ ہے، دوسرا انحراف شمالی ہو جیسے بنگال، بہار، اڑیسہ کے تمام شہر اور صوبجات متحدہ کے بعض اضلاع تیسرے انحراف جنوبی ہو جیسے پنجاب کے تمام شہر اور یوپی کے بعض اضلاع۔

لیکن کن کن شہروں میں کس قدر انحراف شمالی یا جنوبی ہوگا۔ اس کا جاننا مسلمانوں کے لیے از حد ضروری ہے۔ افسوس کہ نہ صرف عام مسلمان بلکہ علماء تک اس سے غافل ہیں۔

شہروں اور آبادیوں میں تو مسجدیں ایک حد تک اس سے مستغنی کر دیتی ہیں مگر جہاں مسجدیں نہیں ہیں یا نئی مسجد بنانی ہے یا کسی کی سمت قبلہ غلط ہے وہاں اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لیے صوبہ جات بنگال، بہار، اڑیسہ، ممالک متحدہ آگرہ و اودھ اور پنجاب کے اضلاع کا سمت قبلہ و قدر انحراف بقید درجہ و دقیقہ مع جہت انحراف لکھ دیا ہے۔ اس کے بعد دائرہ ہندیہ یا قطب نما سے سمت قبلہ نکال لینا

بہت آسان ہے، جس شہر میں نقطہ مغرب سے جس قدر شمال یا جنوب کو انحراف لکھا گیا ہے، اسی قدر شمال یا جنوب کو دیتے ہوئے نماز میں کھڑا ہونا چاہیے۔ واللہ الموفق۔

نام شہر	قوس انحراف دقیقہ	قوس انحراف درجہ	جہت
صوبہ بنگال			
باقرگنج	۳۹	۸	شمالی
بانکورا	۷	۷	//
بردون	۷	۷	//
مرشد آباد	۶	۲۷	//
مدناپور	۸	۲	//
میمن سنگھ	۶	۳۴	//
نادیا	۶	۱۷	//
نواکھالی	۸	۳۶	//
ہوڑہ	۸	۵	//
ہوگلی	۷	۴۷	//
صوبہ بہار و اڑیسہ			
آرہ	۳	۴۶	//
اودے پور	۶	۵۷	//

نام شہر	قوس انحراف دقیقہ	قوس انحراف درجہ	جہت
بوگرا	۲۶	۶	شمالی
پٹنہ	۵۶	۶	//
جلپائی گوڑی	۱۵	۴	//
جیسور	۴۵	۷	//
چاٹگام	۱۲	۹	//
دارجلنگ	۳۳	۳	//
گیا	۶	۴۶	//
مالدہ	۵	۳۴	//
مان بھوم	۷	۱۰	//
مظفرپور	۳	۲۵	//
موتی ہاری	۲	۳۹	//
ہزاری باغ	۵	۴۸	//
ممالک مغربی و شمالی			
آگرہ	۱	۳	جنوبی
الہ آباد	۲	۵۲	شمالی

نام شہر	قوس انحراف دقیقہ	قوس انحراف درجہ	جہت
دیناج پور	۷	۵	شمالی
ڈھاکہ	۳۵	۷	//
رنگپور	۱۱	۵	//
کلکتہ	۷	۸	//
کوچ بہار	۴۲	۴	//
کھلنا	۱۲	۸	//
بریلی شریف	۲	۱	جنوبی
بستی	۱	۳۳	شمالی
بلند شہر	۲	۵۶	جنوبی
بلیا	۳	۲۴	شمالی
بنارس	۳	۳۷	//
بہرائچ	۰	۱۷	//
پرتاب گڑھ	۴	۲۸	//
پیلی بھیت	۲	۱۲	جنوبی
ٹہری گڑھوال	۵	۲۰	//
جالون	۰	۵۹	شمالی
جونپور	۲	۵۰	//
جھانسی	۱	۳۶	//

نام شہر	قوس انحراف دقیقہ	قوس انحراف درجہ	جہت	نام شہر	قوس انحراف دقیقہ	قوس انحراف درجہ	جہت	نام شہر	قوس انحراف دقیقہ	قوس انحراف درجہ	جہت
بالاسور	٨	٥٧	شمالی	الموڑہ	٣	٢٣	جنوبی	دہرادون	٤	١٩	جنوبی
بھاگلپور	٣	٤٦	〃	اعظم گڑھ	٢	٥٢	شمالی	رائے بریلی	١	٣٨	شمالی
پٹنہ	٣	٥٦	〃	اٹاوہ	٠	٣	جنوبی	ریاست رامپور	٢	٥٢	جنوبی
پلامون	٤	٢٣	〃	ایٹہ	١	٨	〃	سلطانپور	١	٥٧	شمالی
پوری	١٠	٢٩	〃	اناؤ	٢	٥٤	شمالی	سہارنپور	٥	٢١	جنوبی
پورینہ	٤	٣٤	〃	باندا	٢	٢٦	〃	سیتاپور	٠	٢٢	〃
چھپرا	٣	٣٧	〃	بارہ بنکی	٠	٤٣	〃	شاہجہانپور	١	١١	〃
دربھنگہ	٣	٣٣	〃	بجنور	٤	٨	جنوبی	علی گڑھ	٢	٧	〃
رانچی	٦	٣٠	〃	بدایوں	٢	١٠	〃	غازیپور	٣	٣١	شمالی
فتح پور	١	٥٢	〃	ہمیرپور	١	٣٢	شمالی	سیالکوٹ	١١	١٥	جنوبی
فرخ آباد	٠	٣٨	جنوبی	**صوبۂ پنجاب**				شاہ پور	١٢	٣٩	〃
فیض آباد	١	١٩	شمالی					شملہ	٧	١٤	〃
کانپور	٠	٥٩	〃					فیروزپور	٨	٤٩	〃
کھیری	٠	٥٧	جنوبی	امرتسر	٩	٤٠	جنوبی	کرنال	٥	١٧	〃
گورکھپور	١	٥٧	شمالی	بنوں	٥	٢٧	〃	کوہاٹ	١٥	٤٢	〃
گونڈہ	١	٢٠	〃	پشاور	١٦	١٦	〃	گجرات	١١	٤٣	〃
لکھنؤ	٠	٤١	〃	جہلم	١٢	٣٦	〃	گجرانوالہ	١١	٠	〃
مرادآباد	٣	٢	جنوبی	جالندھر	٨	٤٥	〃	گڑگاؤں	٢	٦٥	〃
میرٹھ	٣	٥٠	〃	جھنگ	٦	١١	〃	لاہور	١٠	٠	〃

نام شہر	قوس انحراف دقیقہ	قوس انحراف درجہ	جہت	نام شہر	قوس انحراف دقیقہ	قوس انحراف درجہ	جہت	نام شہر	قوس انحراف دقیقہ	قوس انحراف درجہ	جہت
مین پوری	۰	۴۲	جنوبی	حصار	۵	۱۷	جنوبی	لودھیانہ	۷	۵۳	جنوبی
متھرا	۱	۴۰	//	ڈیرہ اسمٰعیل خان	۱۳	۱۰	//	مظفرنگر	۹	۵۲	//
مرزاپور	۴	۴۸	شمالی	ڈیرہ غازیخان	۱۰	۱۰	//	ملتان	۹	۵۳	//
نینی تال	۳	۲۶	جنوبی	راولپنڈی	۱۴	۱۳	//	منٹگمری	۹	۲۳	//
ہردوئی	۰	۲۳	//	رہتک	۴	۴۲	//	ہوشیارپور	۸	۴۸	//

مصطلحات

۱۔ فلک (مدار): فلک (DRBIT) سے مراد ۳۶۰ اجزا پر مشتمل ایک دائرہ ہے، ہر جزء کو قسم اور درجہ کہا جاتا ہے، ہر درجہ ساٹھ دقیقوں میں، ہر دقیقہ ساٹھ ثانیوں (SECONDS) میں اور ہر ایک ثانیہ (SECOND) ساٹھ ثالثوں Thirds میں منقسم ہے۔ اسی طرح روابع Fourths اور خوامس وغیرہ میں۔

۲۔ معدل النہار: Equinoctial اس سے مراد وہ دائرۂ عظیم ہے، جو دائرۂ فلک اعظم کہلاتا ہے، جو مشرق سے مغرب کی طرف گذرتا ہے، اس دائرے کو معدل النہار کہنے کی وجہ یہ ہے، کہ جب سورج اس دائرے کے موافق ہو جائے، تو تمام علاقوں میں دن رات مساوی ہو جاتے ہیں۔ بجز ان خطوں کے جہاں کا عرض البلد نوے ۹۰ درجے ہو۔

۳۔ خط استواء: Equator یہ سطح زمین پر، خط معدل النہار کے موافق، ایک فرضی خط ہے۔ جو مشرق سے مغرب کی طرف گزرتا ہے، اور یہ خط اقالیم سبعہ میں سے پہلی اقلیم کا مبدأ ہے۔

۴۔ منطقۃ البروج: (زدیاک: Zadiac) اس سے مراد وہ دائرۂ عظیم ہے۔ جو خط معدل النہار کو کراس (تقاطع) کرتا ہے۔ اسے دائرۂ البروج اور فلک البروج بھی کہا جاتا ہے۔

۵۔ دائرۃ الافق: (HORIZONTAL CIRCLE) یہ آسمان کے افقی کنارے کو محیط ہوتے

والا، وہ دائرہ ہے۔ جو کائنات کے نظر آنے والے حصّے کو نظر نہ آنے والے حصّے سے الگ کرتا ہے۔
۶۔ دائرۂ نصف النہار (Midday Circle) یہ وہ دائرہ ہے، جو قطبین (قطب جنوبی و شمالی) اور انسان کے سر اور قدم کے اوپر سے گزرتا ہے۔
۷۔ دائرۂ اول السموٰت : یہ دائرۂ نصف النہار کی طرح کا دائرہ ہے۔ مگر یہ انسان کے سر کے اُوپر سے گزرتا ہوا مشرق و مغرب کی طرف سفر کرتا ہے۔
۸۔ سمت الراس (Zenith) اس سے مراد۔ بالائی سطح پر وہ نقطہ ہے، جو متعلقہ شخص کے سر کے درمیان سے گزرتا ہوا۔ دونوں طرف افقی کنارے تک پہنچنے والا ہو۔
۹۔ دائرۂ المیل (Inclined Circle) اس سے مراد وہ دائرہ (Circle) ہے، جو معدل النہار (عدد ۲) کے درمیان قطبوں (شمالی و جنوبی) اور مرکز عام سے گزرتا ہوا اور جو کواکب کے مرکز سے فلک اعظم کی بالا سطح تک یا منطقۃ البروج (عدد ۴) کے کسی کنارے پہنچے۔
۱۰۔ طول بلد (Longitude)، اس سے مراد وہ نصف دائرۂ (قوس) ہے جو متعلقہ شہر کے نصف نہار اور جزائر خالدات یا بحر غربی / بحر اوقیانوس کے ساحل کے نصف النہار کے مابین سے گزرتا ہے۔

نامور یونانی ہئیت دان بطلیموس طول بلد کا شمار جزائر خالدات سے کرتا تھا۔ اس کا یہی مسلک قدیم علمائے ہئیت کے ہاں معروف و متداول تھا۔ مگر آجکل برطانیہ کے مقام گرینچ سے طول بلد کا شمار کیا جاتا ہے۔

۱۱۔ عرض بلد : (Latitude) اس سے مراد نصف النہار کا وہ چھوٹا سا نصف دائرہ مراد ہے، جو معدل اور سمت الراس کے مابین واقع ہے۔ اگر یہ شمالی طرف ہو، تو عرض بلد شمالی کہلاتا ہے اور اگر جنوبی طرف ہو، تو عرض بلد جنوبی کہلاتا ہے۔

حوالہ جات

۱ - الانعام (۶ / ۱۰۴)

۲ - آل عمران (۳ / ۹۶)

۳ - البقرہ (۲ / ۱۴۵)

۴ - النحل (۱۶ / ۴۸)

۵ - النحل (۱۶ / ۱۶)

۶ - الترمذی، کتاب الصلوٰۃ

۷ - الترمذی، کتاب الصلوٰۃ

۸ - سنن ابن ابی ماجہ، کتاب الصلوٰۃ

۹ - الدارقطنی، السنن، ص ۱۰۰

۱۰ - المقریزی: الخطط، جلد اول - مولانا محمد یوسف بنوری - نور اللہ مرقدہٗ نے صراحت فرمائی ہے کہ حضرت عمرؓ کی روایت الموطا امام مالک، مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق اور امام بیہقی وغیرہم نے روایت کی ہے، جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ والی روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں اور حضرت عثمان کا قول، تمہید لابن عبد البرؒ میں اور حضرت عبد اللہ بن عباس کا مسلک امام ترمذی نے سنن ترمذی میں اور حضرت عبد اللہ بن عمر کی ایسی ہی روایت مصنف عبد الرزاق نے روایت کی ہے۔ (بغیۃ الاریب - ص ۱۰۴)

۱۱ - الطیبی، شرح المشکوٰۃ، باب المساجد، فصل دوم

۱۲ - شرح صحیح البخاری، ۲ : ۳۰۰، مطبوعہ استانہ

۱۳۔ بغیۃ، ص ۱۰۴-۱۰۵

۱۴۔ نیل الدوطار، (کتاب الصلوٰۃ)

۱۵۔ الزبیدی، شرح احیاء علوم الدین، ۶ : ۴۶۴

۱۶۔ بغیہ، ۱۰۸-۱۰۹

۱۷۔ بدائع الصنائع، ۱ : ۴۰۷ (اردو ترجمہ، از مقالہ نگار) مطبوعہ دیال سنگھ ٹرسٹ لاہور۔

۱۸۔ الغزالی: احیاء علوم الدین، ۲ : ۲۳۲، مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ مصریہ، قاہرہ، ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء

۱۹۔ ملخصاً۔ تنقیح المقبال (در جواہر الفقہ)، ص ۲۵۳-۲۷۱

۲۰۔ احسن الفتاویٰ، مطبوعہ کراچی، ص ۲۲۵ - ۲۲۷

۲۱۔ النذاری، بحوالہ بغیۃ، ص ۳۵

۲۲۔ شرح چغمنی، مع شرح موسیٰ رومی و حاشیہ

۲۳۔ شرح چغمنی، مع شرح موسیٰ رومی و حاشیہ البرجندی، مطبوعہ درکلاں کوٹھی، مطبع علوی، لکھنؤ، ص ۹۰

۲۴۔ در جواہر الفقہ از مفتی محمد شفیع، ص ۲۹۶-۲۹۷

۲۵۔ ایضاً، ص ۲۹۳-۲۹۵،